اَفَرَءَيْتُمُ اللّٰتَ وَالْعُزّٰى جب نازل ہوئی تو اس سے کفار کو شدید اذیت ہوئی اور اس کے نتیجے میں ابواحیحہ (عبد مناف کا پڑپوتا) سخت بیمار پڑ گیا۔ یہی بیماری بالآخر اس کے لیے جان لیوا ثابت ہوئی۔ اسی دوران میں ابولہب اُس کی عیادت کے لیے اُس کی خدمت میں پہنچا تو اُس نے اُسے آہ و فغاں کرتے ہوئے دیکھا۔ ابولہب نے ابواُحیحہ سے کہا "کیا تو موت سے خوفزدہ ہو کر آنسو بہا رہا ہے، حالانکہ اس سے کوئی مفر نہیں"۔ اس پر ابواحیحہ نے جواب دیا: نہیں مجھے موت کا قطعاً کوئی خوف نہیں اور اس کی وجہ سے میں بالکل پریشان نہیں البتہ مجھے صرف ایک ہی غم کھائے جا رہا ہے کہ میرے دنیا سے رخصت ہو جانے کے بعد عزّٰی کی پرستش ختم ہو جائے گی۔ ابولہب نے اُسے تسلی دی اور کہا "یہ محض تمہاری خام خیالی ہے کہ عزّٰی کی تعظیم و تکریم یا اُس کی پرستش تمہاری ذات سے وابستہ ہے اور اس بنا پر یہ صرف تمہاری زندگی تک محدود رہے گی اور تمہارے چلے جانے کے بعد لوگ اس دیوی سے منہ موڑ لیں گے"۔

ابواُحیحہ نے جب یہ الفاظ سنے تو اسے بڑی مسرت ہوئی کہ عزّٰی سے عربوں کو خاص طور پر ابولہب کو غیر معمولی عقیدت اور وابستگی ہے"۔

آئینِ جواں مرداں

ہفت روزہ **آئین** لاہور

جمہوریت اور تحریکِ اسلامی کے لیے

فی پرچہ ۲۵ پیسے — سالانہ بارہ روپے — ششماہی چھ روپے

نمونے کا پرچہ مفت طلب فرمائیں

ناظم دفتر ہفت روزہ آئین نسیم مارکیٹ ۱۲ ریلوے روڈ لاہور

رسائل و مسائل

ام المومنین حضرت سودہؓ کی تزویج اور اس کے مصالح پر مزید بحث

سوال ۔ اگست کا ترجمان ابھی نظر سے گزرا۔ رسائل و مسائل حضرت سودہؓ کے متعلق آپ کا جواب قابلِ ستائش ہے۔

توجیہ واقعات میں مؤلفین عموماً واقعہ کے خلا کو اپنے ذہن سے پورا کرتے ہیں۔ اور اکابر امت کے کردار کو خیالی اور مثالی رنگ میں پیش کرکے اپنی عقیدت کا اظہار اور قاری کے جذباتِ پرستش کو ابھارا جاتا ہے۔ قدرتی طور پر اس سے جذبۂ اتباع سرد پڑ جاتا ہے۔ آپ کے جواب میں بھی اس کی جھلک موجود ہے (صفحہ ۴۱۸، پر" چنانچہ" سے شروع ہونے والا پیرا اسی قسم کی توجیہ پر مشتمل ہے۔

حضرت سودہؓ سے نکاح کے وقت از روئے تحقیق تمام بنات بالغات تھیں وہ حضرت سودہؓ کی دیکھ بھال کی محتاج نہ تھیں۔ حضرت سودہؓ اور ان کے خاوند قدیم الاسلام تھے۔ مکی زندگی میں جو مصائب مسلمانوں پر ڈھائے گئے تھے، ان کا شکار یہ میاں بیوی بھی تھے۔ خاوند کی وفات کے وقت اس کے پانچ بچوں کا بوجھ حضرت سودہؓ پر تھا۔ ہو سکتا ہے کہ آنحضورؐ نے ازراہِ تالیفِ قلب اور بچوں کی سرپرستی کے لیے یہ نکاح کیا ہو۔ یہ وجہ زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ اسی طرح "ازواجِ مطہرات کے تعلقات غایت درجہ محبت آمیز تھے" محض خراجِ عقیدت ہے۔ تاریخ اور نفسیات انسانی کے منافی ہے۔

صفحہ ۴۱۹ پر دوسرے پیرے کی سطر ۳ میں مرقوم ہے " ان میں سے بعض راوی ابوالزناد

اور واقدی ہیں جو دونوں مجروح اور ناقابلِ اعتماد ہیں" ابوالزناد قاضی مدینہ تمام ائمۂ رجال کے نزدیک ثقہ اور حجت ہیں۔ کسی نے بھی مجروح قرار نہیں دیا۔ امام بخاریؒ کے نزدیک تو اصح الاسانید ہیں ــــ قال ابو الزناد عن الاعرج عن ابی ھریرۃ ہے۔ اور آپ ابوالزناد کو ناقابلِ اعتماد فرما رہے ہیں۔ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا۔

ہمیشہ یہ ضابطہ ملحوظ خاطر رکھیے، جب بھی سند پر گفتگو کرنی ہو تو کتبِ رجال سے رجوع فرمائیے اور نقل کرنے میں احتیاط برتیے۔ اکثر اغلاط محض نقل میں ہو جاتی ہیں۔ غالباً جہاں سے آپ نے یہ مضمون لیا ہے وہاں ابن ابی الزناد ہوگا۔ نقل کرنے میں ابن کا لفظ رہ گیا۔ ابن ابی الزناد (عبدالرحمٰن بن ابی الزناد) بھی مطلقاً واقدی کی طرح مجروح نہیں ہیں ان کے متعلق کتبِ رجال میں تصریح موجود ہے کہ یہ مدینے کے رہنے والے ہیں اور آخر عمر میں بغداد میں آ گئے تھے۔ وہ روایات جو مدینے کی رہائش تک بیان کی ہیں درست اور قابلِ اعتماد ہیں اور جو روایات بغداد کے زمانۂ قیام میں اُن سے مروی ہیں ان میں کلام ہے۔

بہرحال علمی تحقیق میں سہل انگاری پسندیدہ نہیں۔ آپ کے اس مضمون میں جو کمی ہے وہ اسی کا نتیجہ ہے۔

جواب۔ میں آپ کا شکر گزار ہوں کہ آپ نے میرے تحریر کردہ جواب کو بغور دیکھا اور جو پہلو آپ کو قابلِ تنقید نظر آئے ان سے مجھے مطلع فرمایا۔ "توجیہ واقعات میں خلا کو اپنے ذہن سے پُر کرنے اور اکابرِ امت کے کردار کو خیالی رنگ میں پیش کر کے اپنی عقیدت ظاہر کرنے" کی جو تعریض آپ نے فرمائی ہے، اس کا منشا میں پوری طرح نہیں سمجھ سکا۔

مَیں نے سابق شائع شدہ جواب میں لکھا تھا کہ" حضرت سودہؓ سے نکاح کی ایک مزید وجہ یہ بھی تھی کہ حضرت خدیجہ کے انتقال کے بعد گھر میں چھوٹی چھوٹی صاحبزادیاں تھیں اور

نبی صلی اللہ علیہ وسلم یہ چاہتے تھے کہ ان کی دیکھ بھال اور تربیت کے لیے کوئی معمر خاتون بھی بیتِ نبوی میں ہوں"۔ اس پر آپ کا معارضہ یہ ہے کہ " اس وقت از روئے تحقیق تمام بنات بالغات تھیں اور حضرت سودہؓ کی دیکھ بھال کی محتاج نہ تھیں"۔ میں نے جو بات کہی تھی اس سے میرا مدعا یہ تھا کہ بناتِ طیبات میں سے بعض اس وقت تک ناکتخدا تھیں اس لیے حرم نبوی میں ایک سن رسیدہ زوجۂ مطہرہ کا ہونا قرینِ مصلحت تھا۔ اس میں شک نہیں کہ آنحضورؐ کی صاحبزادیوں میں سے حضرت زینبؓ کا نکاح حضرت خدیجہؓ کے عینِ حیات ہی ہو چکا تھا اور حضرت رقیہؓ کا نکاح بھی حضرت سودہؓ کی تزویج سے پہلے ہو چکا تھا لیکن حضرت امِ کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح حضرت علیؓ سے نہیں ہوا تھا یقیناً یہ دونوں نکاح حضرت سودہؓ کی تزویج اور ہجرت کے بعد ہوئے ہیں۔

حضرت ام کلثومؓ کا نکاح ۳ھ میں اور حضرت فاطمہؓ کا نکاح جنگِ بدر کے بعد اور غزوہ احد سے پہلے (دو اور تین سن ہجری کے مابین) ہوا ہے۔ یہ خیال کرنا کچھ صحیح نہیں معلوم ہوتا کہ لڑکیاں بالغ ہو جانے کے بعد دیکھ بھال اور تربیت کی محتاج نہیں ہوتیں۔ میرے خیال میں صحیح تربات یہ ہے کہ بلوغ کو پہنچ جانے پر بھی بہت سے مسائل و معاملات ایسے ہوتے ہیں جن میں مادرانہ شفقت، نگہداشت اور رہنمائی کی حاجت پہلے سے زیادہ ہو جاتی ہے یہی حقیقت ہے جس کی جانب میں نے اجمالی اشارہ کیا تھا۔

اس سلسلے میں مزید یہ امر بھی قابلِ ذکر ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ہجرت فرمائی ہے تو آپ تنہا تھے۔ آپ کے اہل و عیال میں سے کوئی بھی آپ کے ساتھ نہ تھا۔ جب تک ان دونوں بہنوں نے ہجرت نہیں کی اور جب تک وہ پیچھے مکہ میں مقیم رہیں، وہ حضرت سودہؓ کی نگرانی اور دیکھ بھال سے مستغنی نہیں تھیں۔ اصحابِ سیرت نے اس بات کی بھی تصریح کی ہے کہ کچھ عرصے کے بعد جب نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زید ابن حارثہ کو مکے اپنے عیال کو لانے بھیجا، تو اس وقت حضرت فاطمہؓ اور حضرت ام کلثومؓ ام المومنین حضرت سودہؓ ہی کی ہمراہی اور

رفاقت میں مدینے پہنچی ہیں۔ نکاح کی جو وجہ آپ نے بیان فرمائی ہے اور جو آپ کے نزدیک زیادہ قرینِ قیاس ہے۔ اس سے مجھے بھی مطلق انکار نہیں۔ میں نے تو گزشتہ جواب میں اسے خود پہلے بیان کیا ہے۔ البتہ میرا گمان یہ ہے کہ دوسری مصلحت، جس کا میں نے ذکر کیا ہے وہ زیادہ قرینِ قیاس نہ سہی، بالکل بعید از قیاس بھی نہیں ہے۔

پھر آپ نے فرمایا ہے کہ یہ خیال کرنا "محض خوش عقیدگی اور تاریخ و نفسیات کے منافی ہے کہ ازواجِ مطہرات کے تعلقات غایت درجہ محبت آمیز تھے"۔ مجھے بھی اس امر سے انکار نہیں ہے کہ صحابہ و صحابیات رضوان اللہ علیہم بشری خصائص و مقتضیات سے مبرا نہ تھے اور میں ان واقعات سے بے خبر نہیں جو نتیجۃً ظہور پذیر ہوئے۔ لیکن اس کے باوجود جب بحیثیتِ مجموعی ان کے باہمی تعلقات پر نگاہ ڈالی جائے تو وہ سب رُحَمَاءُ بَيْنَهُمْ اور فَأَلَّفَ بَيْنَ قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا کے مصداق نظر آتے ہیں۔ لائقِ اعتبار شاذ حالات نہیں بلکہ عمومی حالات ہوتے ہیں۔ ازواجِ مطہرات کے حالات کا جہاں تک میں نے مطالعہ کیا ہے، اس سے میں نے تو یہی نتیجہ اخذ کیا ہے کہ ان کے مابین اگر کبھی عارضی شکر رنجی پیدا ہوئی ہے تو اس کا سبب باہمی منافرت یا عدمِ محبت نہیں بلکہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے غیر معمولی وابستگی اور الفت ہے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بہترین اندازِ تربیت نے اس جذبۂ رشک کو بھی بہت بڑی حد تک رفع کر دیا تھا۔ چنانچہ وہ واقعہ آپ کی نگاہ سے گزرا ہو گا کہ آنحضورؐ جب ایک بیوی کے ہاں تشریف فرما تھے تو دوسری بیوی نے وہاں کھانا بھجوایا۔ پہلی بیوی نے اٹھ کر کھانا لانے والی لونڈی کے ہاتھ کو ایسا جھٹکا دیا کہ برتن گر کر ٹوٹ گیا اور کھانا خاک میں مل گیا۔ آپ نے خادمہ سے فرمایا: "تمہاری ماں کو غیرت آگئی"۔ اور پھر جس بیوی کے ہاں مقیم تھے انہیں ہدایت فرمائی کہ اس سے بہتر کھانا اس سے بہتر برتن میں رکھ کر دوسرے گھر میں بھجواؤ۔ چنانچہ انہوں نے فوراً اس ارشاد کی تعمیل کی اور یوں یہ ناخوشگوار واقعہ ایک خوشگوار انجام پر ختم ہوا۔ جہاں تک میں سمجھ سکا ہوں کبھی کبھار کی یہ ناچاقی بھی اسی وقت تک کے لیے تھی جب تک اس کے ازالے کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم امہات المومنین کے درمیان

موجود تھے۔ جب آپ کا وصال ہو گیا تو سب رنجشیں اور رقابتیں بھی دفن ہو گئیں اور ازواج مطہرات کا یہ حال ہو گیا کہ وہ آپس میں بیٹھ کر اور اپنے بازو ایک دوسری سے ملا کر یہ دیکھا کرتی تھیں کہ کس کے بازو سب سے زیادہ لانبے ہیں، کیونکہ آنحضورؐ نے فرمایا تھا کہ سب سے پہلے وہ بیوی میرے پاس پہنچے گی جس کے بازو سب سے زیادہ طویل ہیں۔[1]

طبقات ابن سعد کے اسناد سے متعلق جو کچھ میں نے لکھا ہے، اس پر آپ کی تنبیہ بالکل بجا ہے اور میں اس کے لیے ممنون ہوں۔ ابو الزناد بلا شبہ بالاتفاق ثقہ ہیں اور بات وہی ہے کہ سہو قلم کی بنا پر ابن کا لفظ مجھ سے رہ گیا۔ دراصل ابو الزناد کے بجائے ابن ابی الزناد ہونا چاہیے تھا، جیسا کہ میں نے پہلے ابو داؤد کی روایت کے ضمن میں نقل کیا ہے۔ ابن سعد کی ایک روایت میں عن الواقدی عن ابن ابی الزناد کے الفاظ ہیں۔ دوسری مرسل روایت میں سعید بن منصور عن ابن ابی الزناد کے الفاظ ہیں اور حضرت عائشہ کا نام مذکور نہیں ہے۔ زیر بحث اور متنازعہ فیہ راوی ابن ابی الزناد ہی ہیں۔ یہ تو آپ کو بھی تسلیم ہے کہ ابن ابی الزناد کی بعض روایات میں کلام ہے گو وہ بغداد کے زمانہ قیام ہی سے متعلق ہوں۔ اب اس وقت میرے لیے یہ چھان بین کرنا مشکل ہے کہ اس راوی کی وہ مرویات جن میں طلاق کا ذکر ہے، مدینہ کے دور کی ہیں یا بغداد کی لیکن امام زکی الدین منذری نے چونکہ طلاق والی روایت ہی کے سیاق میں اس راوی کا متکلم فیہ ہونا بیان کیا ہے، اس لیے اغلب یہی ہے کہ یہ روایت بغداد کے دور قیام کی ہے۔ آپ اس امر سے بھی ناواقف نہ ہوں گے کہ محدثین کا ایک گروہ اگر ایک راوی کو عادل ٹھہراتے اور دوسرا گروہ اس پر جرح کرے تو جمہور کے مسلک کے مطابق تجریح کو تعدیل پر مقدم ٹھہرایا جائے گا اور روایت قبول کرنے میں توقف کیا جائے گا۔

---

[1] یہ دراصل ایک استعارہ تھا، جسے ازواج مطہرات نے لغوی معنوں پر محمول کیا تھا۔ بعد میں جب ام المومنین حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال سب سے پہلے (وصال نبوی کے دو ماہ بعد) ہوا، تو یہ راز کھل گیا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشین گوئی کا مصداق وہی تھیں، کیونکہ وہ سخاوت اور غریب پروری میں ید طولیٰ رکھتی تھیں اور اسی لیے ان کا لقب ام المساکین مشہور ہو گیا تھا۔ (غ۔ ع)